© rasailojaraid.com



کرسیوں پر براجمان ہونے کے بعد وہ اپنے آقائے ولی نعمت کو کس طرح بھول سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض دفعہ کسی جونیر شخص کو تین چار ججوں پر کسی خاص غرض سے یا کسی نیکی کا بدلہ چکانے کے لئے عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کا جج مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جس پر اتنا فیضانِ کرم کیا گیا ہو وہ اکثر دفعہ اس نیکی کا بدلہ چکاتا ہے۔

اگر کوئی جج ضمیر اور ایمان کے تقاضوں سے مجبور ہو کر حکمران طبقہ کے خلاف کوئی فیصلہ دینے کی جرأت کر گزرتا ہے تو قانون کے بندھن اس کا ہاتھ روک لیتے ہیں کیونکہ ملک کا قانون ہی اس بنیاد پر مدون کیا جاتا ہے کہ اہل اقتدار ثروت اور اہل ہر لحاظ سے اقتدار سے محفوظ و مصؤن رہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ہیرلڈ لاسکی (H. Lasri) نے لکھا ہے:

"ملک کا قانون کوئی ایسی دستاویز نہیں ہے جو ابدی اور غیر متبدل قوانین پر مشتمل ہو بلکہ یہ ایسے ضوابط کا نام ہے جن کو وقتاً فوقتاً وقتی مصالح کے تحت بدل دیا جاتا ہے۔ قانون کا تانا بانا تیار کرتے وقت چند مخصوص مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔ ججوں کے ہاتھ میں اختیارات نہیں ہوتے کہ وہ خود قوانین وضع کریں اور پھر اس کے مطابق فیصلے دیں۔ ان کی ڈیوٹی صرف یہ ہے کہ وہ رائج الوقت قوانین کو حالات پر منطبق کر کے فیصلہ دیں۔ جج صاحبان بیچارے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ ہر روز اپنی آنکھوں سے ظلم ہوتا دیکھتے ہیں لیکن اپنی بے بسی کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے قلم ہر صبح و شام اپنی بے بسی اور مجبوری کی غمازی کرتے ہیں۔

---

بقیہ از ۲۳

گھورتی ہیں...... آج کی تہذیب، آج کی سولائزیشن آج کی ریفارمیشن میں بیک ورڈ مہاسنا اور لکھا جاتا ہے جبکہ ترقی یافتہ سورماؤں کا حال یہ ہے کہ ایک پروفیسر دوست کے بقول ایک عرصہ سے ملتان کے امتحانات کے پرچے لاہور جاتے اور لاہور کے ملتان آتے ہیں۔ اب ہوا یہ کہ ملتان والوں نے ستر فیصد مارکس دیئے اور لاہور والوں نے ۴۲ فیصد مارکس دیئے کہ لاہوریوں کے کھاتوں میں ملتان بیک ورڈ ہے۔

ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے!

## تصحیح

محترم مولانا ابوریحان عبدالغفور کے مضمون کی گزشتہ قسط میں نقیب کے ص ۴۴ سطر نمبر ۲۳ میں "لیکن دم یزید" سے قبل ذیل کی عبارت کا اضافہ کر لیا جائے

"لیکن دنیا کا انصاف ملاحظہ ہو کہ اس نے فضیلتِ معاویہ والا "لم یصح...... الخ" تو یاد رکھا اور اس کی خوب خوب تشہیر کی"

(ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سید عطاء المحسن بخاری

# ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اللہ بخشے ماسی زینب کو وہ ہمیں بچپن میں ایک واقعہ سنایا کرتی تھیں کہ....... میری شادی نئی نئی ہوئی، ابھی ہمارے ہاں اولاد نہیں ہوئی کہ ایک روز میں اپنے مکان اور مکان کے پیش دالان سے جھاڑو دیکر فارغ ہوئی اور منہ ہاتھ دھونے بیٹھ گئی کہ اتنے میں گلی میں کسی کے گنگنانے کی آواز آئی اور ساتھ ہی سگریٹ کی بو بھی! تمہارے چچا "نواب" نے اندر سے ایک ہی دفعہ پکار کر کہا..... اوئے کون ایں "حلال" دا؟ پھر قدموں کی دگڑ دگڑ کی آواز تو آئی گنگنانے کی آواز یا سگریٹ کی بو نہیں آئی۔ بعد میں تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ کشمیریوں کا ایک لڑکا کچھ ماہ لاہور میں رہ کر آیا ہے تو اس پر لاہور کے اثرات نے غلبہ پالیا تھا اور اس نے گاؤں کی گلی میں بھی وہی حرکت کی جو میکلوڈ روڈ پر وہ ہمیشہ کرتا تھا۔ ایک بدعادت راسخ ہو چکی تھی اس لئے بے اختیار سرزد ہو گئی۔ مگر اتنا تو ہوا کہ پھر وہ شرم کا مارا تین دن گھر سے باہر نہ نکلا۔ یہ تو ناگڑیاں (ضلع گجرات) کی بات ہوئی۔ ہمارے چھٹپنے کی بات یہ ہے کہ امرتسر میں ہمارے محلے میں بچے، جوان، گولیاں، گلی ڈنڈا اور تاش کھیلا کرتے تھے لیکن جونہی کسی بزرگ کا ادھر سے گزر ہوتا بچے اور جوان چوکڑیاں بھرتے غائب ہو جاتے۔ بڑوں کا ایسا رعب و احترام جوانوں کے دل میں ہوتا تھا کہ وہ اپنی اس حرکت کو معیوب اور خلاف احترام جانتے ہوئے ایک طرف ہو جاتے۔ چھوٹے ڈانٹ ڈپٹ کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ یعنی ایک تہذیبی عمل موجود تھا، تہذیبی قدریں زندہ تھیں۔ بچے اور جوان بے لگام، بے باک، گستاخ نہیں تھے۔ ان کے دیدے پٹم نہیں ہوئے تھے۔ وہ اپنی غلطی ریئلائز (REALISE) کرتے تھے توقتی طور پر بڑوں کی آنکھ سے اوجھل ہو جاتے تھے یعنی حقیقت پسند تھے۔ اس حقیقت کا اعتراف کرتے تھے کہ بڑوں کی عزت کرو! آج یہ صرف سکول کی دیوار پر لکھا نظر آتا ہے۔ عزت کرتا کوئی نہیں۔ اس لئے بے عزتی کے خوف سے کوئی ٹوکتا نہیں، روکتا نہیں، سمجھاتا بجھاتا نہیں، لفظی نصیحت بھی کوئی نہیں کرتا۔ آج آپ کسی برخوردار کو کسی ایسے کام سے روکیں جو دین کے خلاف ہو پہلے تو جواب ملے گا...... چل اوئے چل وڈا آگیا سمجھاؤن والا۔ وہ نہیں کہے گا تو اسکے والدین کلے پھلا کے میل جول چھوڑ دیں گے یا گلہ گزاری کرنے گھر آجائیں گے کہ آپ نے محلے کے بچوں کے سامنے ہمارے بچے کی بے عزتی کر دی۔ یہ تو پھر بھی شریفانہ انداز ہے ورنہ عموماً تو یوں ہوتا ہے کہ بچے کا بھائی یا باپ گھر سے نکلتا ہے اور روکنے ٹوکنے والے کا دروازہ کھٹکھٹا کے اسے باہر بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے لاڈلے کے ناصح مشفق بننے والے؟ لیکن ان لوگوں کے لئے یہ لب ولہجہ بھی قابل برداشت ہوتا ہے جنہوں نے اصلاح احوال کے لئے اپنا پِتّا مار لیا ہے۔ ایک تیسرا وطیرہ یہ ہے کہ وہ بچے والا اپنے منڈے کا ہاتھ پکڑے گھر سے گالیاں بکتا ہوا چلتا ہے اور مصلح کے دروازے پر مغلظات بکتا دھاڑتا ہوا پہنچ جاتا ہے اور اسکے باہر

© rasailojaraid.com